۱۱

پروفیسر گوپی چند نارنگ سے راست گفتگو

گلزار جاوید

پیش درس

ادب کی مختلف اصناف میں مصاحبہ بھی شامل ہے جسے انگریزی میں انٹرویو کہتے ہیں۔ مصاحبہ دیگر اصناف سے قدرے مختلف صنف ہے کیونکہ یہ معاشرے کی کسی اہم اور ممتاز شخصیت کا لیا جاتا ہے جس نے اپنے متعلقہ پیشے میں نمایاں خدمات انجام دی ہوں۔ یہ دو لوگوں کے درمیان کسی اہم موضوع پر ہونے والی گفتگو ہوتی ہے یعنی کسی فرد کی ذات کے اندر جو کچھ موجود ہے، اسے سوالات کی مدد سے باہر نکال کر عوام کے سامنے رکھ دینا۔ اس میں ایک شخص سوالات کے ذریعے دوسرے شخص کی زندگی میں جھانکتا ہے اور اس کے تجربات، مشاہدات اور معلومات کو اس کے اندرون سے باہر نکالتا ہے۔ مصاحبے کی مختلف اقسام ہیں جن میں کاروباری مصاحبہ، ملازمت کے لیے مصاحبہ، شخصی مصاحبہ، قدر پیمائی کے لیے مصاحبہ، ترغیبی مصاحبہ، رسمی مصاحبہ، غیر رسمی مصاحبہ وغیرہ شامل ہیں۔

مصاحبہ کرنے سے پہلے مصاحبہ کرنے والا شخص تیاری کرتا ہے۔ وہ متعلقہ شخص کے شعبے سے متعلق پوچھے جانے والے سوالات کی فہرست تیار کرتا ہے۔ سوالات طے کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ان کے جوابات کے ذریعے اس شخص اور اس کے کارہائے نمایاں کے بارے میں مفید اور اہم معلومات حاصل ہوں۔ غیر اہم اور غیر ضروری سوالات کو فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا۔ سوالات میں ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے جو متنازعہ یا اختلافی نوعیت کی ہو۔ مصاحبے کے دوران غیر متعلق سوال بھی نہیں کیے جانے چاہئیں۔

جان پہچان

گلزار جاوید ۵/ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو میرٹھ، یوپی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم. اے (اُردو) کا امتحان پاس کیا۔ وہ اُردو کے معروف افسانہ نگار، صحافی اور ماہنامہ 'چہار سُو' (راول پنڈی) کے مدیر ہیں۔ گزشتہ ۲۸/ برسوں سے شائع ہونے والے اس ادبی رسالے میں کئی معروف ادیبوں کے خصوصی گوشے شائع ہو چکے ہیں۔ گلزار قومی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ تقریباً ۲۵۰/ ادیبوں اور فن کاروں سے مصاحبہ کر چکے ہیں۔ 'براہِ راست'، 'گوش بر آواز' اور 'رنگ برنگی باتیں' کے عنوان سے ان کے ذریعے لیے گئے مصاحبے شائع ہو چکے ہیں۔ 'زبانِ ہند'، 'مٹی کے شوالے' اور 'خود ساختہ ناخدا' ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ ذیل کا مصاحبہ اُردو کے مشہور نقاد پروفیسر گوپی چند نارنگ سے ان کی گفتگو پر مشتمل ہے۔

گلزار جاوید : بلوچستان میں آپ کے بزرگوں کے قیام کا پس منظر کیا ہے؟

گوپی چند نارنگ : میں بلوچستان کے دور دراز علاقے 'دُکی' ضلع لورالائی میں ۱۱/ فروری ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوا۔ میری ددھیال اور ننھیال لیّہ ضلع مظفر گڑھ میں تھیں۔ والد صاحب بلوچستان کے Domicile اور Revenue service میں افسر خزانہ تھے۔

گلزار جاوید : کچھ معلومات بچپن اور گرد و پیش کی اگر حافظے میں محفوظ ہو۔

گوپی چند نارنگ : دُکی کے بعد والد صاحب کا تبادلہ موسیٰ خیل میں ہوا اور تعلیم کی بسم اللہ بھی یہیں کے پرائمری اسکول میں ہوئی۔ علاقے کی زبان تو بلوچی اور پشتو تھی لیکن اسکول کا آغاز اُردو قاعدے سے ہوا۔ شروع میں مَیں اسکول سے بہت ڈرتا تھا۔ سالانہ امتحان سے بھی میں خوف زدہ تھا۔ چنانچہ جب سبق پڑھنے کو کہا گیا تو میں نے قاعدہ بند کر کے ڈرتے ڈرتے زبانی سنانا شروع کر دیا۔ میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب استاد نے کہا بس بس، تم

نہ صرف پاس بلکہ اوّل۔ میرے بڑے بھائی میرے ساتھ تھے۔ یہ واقعہ سب کو بتاتے پھرتے۔

گلزار جاوید : اُردو زبان و ادب سے آپ کے بزرگوں کا تعلق کس نوعیت کا تھا؟

گوپی چند نارنگ : میری والدہ اور دادی کی مادری زبان سرائیکی تھی۔ والد صاحب سرائیکی بھی بولتے تھے اور بلوچی و پشتو بھی۔ وہ فارسی اور سنسکرت بھی جانتے تھے اور اُردو بھی بولتے تھے۔ ان کا دفتری انتظامیہ انگریزی میں تھا۔

گلزار جاوید : تقسیمِ ہند کے بعد اُردو زبان سے 'تعصب اور بیگانگی کی فضا میں' آپ کس جذبے کے تحت اُردو زبان سے اپنا تعلق برقرار رکھ سکے؟

گوپی چند نارنگ : بے شک تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان میں اُردو کے حوالے سے بیگانگی کو راہ ملی۔ ملکوں کا بٹوارا اگر برحق تھا تو زبانوں کا بٹوارا اتنا ہی غلط اور ناحق تھا۔ انٹرمیڈیٹ مَیں نے اجمیر بورڈ سے کیا، بی۔اے پنجاب یونیورسٹی سے۔ پھر ۱۹۵۲ء میں جب میں لیبر انسپکٹر کے طور پر کام کر رہا تھا، میں نے دہلی کالج میں ایم۔اے اُردو میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۵۴ء میں ایم۔اے فرسٹ کلاس کرنے کے بعد میں نے پی ایچ۔ڈی میں داخلہ لیا۔ وظیفہ بھی مل گیا اور یوں بتدریج اُردو سے میرا رشتہ مضبوط ہوتا گیا۔

گلزار جاوید : بقول آپ کے، آپ کی تربیت میں زبان اور لفظ و معنی کے اثرات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیا اس خیال کے آئینے میں آپ اپنی تربیت کی تفصیل بیان کرنا پسند کریں گے؟

گوپی چند نارنگ : زبان، لفظ اور معنی میرے لیے اس لیے بھی اہمیت رکھتے ہیں کہ میں اُردو کا اہلِ زبان نہیں ہوں۔ زبان پر قدرت حاصل کرنے میں اگرچہ مجھے ریاضت کرنا پڑی لیکن زیادہ وقت نہیں لگا۔ میری طبیعت میں ایک جمالیاتی حس مضمر ہے جو کارگر ہے اور بہت سے فیصلے اپنے آپ کرتی ہے۔ اُردو کا جادو مجھ پر شروع سے چلنے لگا تھا۔ بلاخوفِ تردید آج بھی معروضی طور پر ثابت کر سکتا ہوں کہ برصغیر کی زبانیں سب اہم ہوں گی، کوئی کسی سے ہیٹی نہیں لیکن اُردو ہندوستان کی زبانوں کا تاج محل ہے۔

گلزار جاوید : پروفیسر صاحب ! اُردو زبان سے عدم دلچسپی کے ہندی معاشرے میں ایک ہندو گھرانے کا اس اجنبی زبان و ادب کو اوڑھنا بچھونا بنانے پر کس طرح کے ردّعمل کا سامنا رہا ہوگا؟

گوپی چند نارنگ : میں دسویں کی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دلّی بھیجا گیا۔ والد صاحب نو برس کے بعد ۱۹۵۶ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد ہندوستان آئے۔ ان کی عظیم شخصیت کا مجھ پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ اگرچہ وہ چاہتے تھے اعلیٰ تعلیمی ریکارڈ کی وجہ سے میں سائنس پڑھوں لیکن انھوں نے کبھی اصرار نہیں کیا۔ اُردو وہ خود لکھتے پڑھتے تھے۔ خط کتابت بھی اُردو میں کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہندو گھرانوں میں اُردو سے مغائرت نہیں تھی۔

گلزار جاوید : آپ لکھی ہوئی تقریر ڈائس پر آ کر پڑھنے کی بجائے فی البدیہہ تقریر بہت عمدہ کرتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ؟

گوپی چند نارنگ : اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں؛ اوّل تو یہ کہ فضلِ ربی ہے کہ قدرت کی طرف سے مجھے یہ ملکہ حاصل ہوا ہے۔ میں بولتے وقت سوچ بھی سکتا ہوں۔ گویا زبان و ذہن دونوں کے بیک وقت کام کرنے سے مجھے کوئی اُلجھن نہیں

ہوتی۔ دوسرے یہ کہ لکھی ہوئی تقریر پڑھنے سے سوچنے کی آزادی سلب ہوجاتی ہے۔تقریر تو کیا، بس میں سامعین سے ہم کلام ہونے اور دلوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

گلزار جاوید : آپ کے مزاج کی انقلاب آفرینی کس نظریے،تحریک یا جواز کی دین ہے؟

گوپی چند نارنگ : میں کسی ایک نظریے یا تحریک کا پابند نہیں۔ یہ میرے باطنی تجسّس کے خلاف ہے۔

گلزار جاوید : پروفیسر صاحب ! تنقید نگار کے ہاں تخلیقی وصف کتنے فی صد ہونا ضروری ہے؟ مثلاً آپ کی شعری تنقید میں سخن فہمی کا بڑا ذکر ہے۔نثری تنقید میں کون سی بصیرت درکار ہوا کرتی ہے؟

گوپی چند نارنگ : دراصل تنقید وتخلیق کے خانے اتنے الگ الگ نہیں جتنے سمجھے جاتے ہیں۔اچھی تنقید تخلیقی احساس کے بغیر ممکن نہیں۔پہلی منزل صاحبِ ذوق ہونا ہے جس میں طبیعت اور مزاج کو بھی دخل ہوتا ہے نیز مطالعے اور تربیت کو بھی،سخن فہمی کی منزل بعد میں آتی ہے۔'ادب فہمی' جتنی شاعری پر تنقید کے لیے ضروری ہے،اتنی نثری ادب پر تنقید کے لیے بھی ضروری ہے۔

گلزار جاوید : آپ کے مطابق بول چال کی زبان میں شاعری نہیں ہوسکتی جبکہ شاعری کی زبان میں بول چال ہوسکتی ہے۔ کیا آج کی شاعری بول چال سے اوپر کی سطح کی شاعری ہے؟

گوپی چند نارنگ : شاعر شاعر میں فرق ہوتا ہے۔اعلیٰ شاعری میں سادہ نظر آنے والی زبان دراصل سادہ نہیں ہوتی۔اس میں معنی تہ در تہ ہوتے ہیں۔شاعری تخلیق کا حق اسی وقت ادا کرسکتی ہے جب عام زبان زندہ رہنے والی زبان بن جائے۔

گلزار جاوید : آپ کے خیال میں گزشتہ صدی میں اُردو ادب کی کون سی صنف نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے؟ نیز غزل، نظم،افسانہ اور تنقید کے چار بڑے نام کون سے ہیں اور آج کل ان شعبوں میں لیڈنگ پوزیشن پر کون ہیں؟

گوپی چند نارنگ : ادب کھیل کا میدان نہیں کہ کس نے سنچری زیادہ بنائی یا کس نے زیادہ وکٹیں لیں۔ادب ایک جدلیاتی عمل ہے جس کا ارتقائی سفر برابر جاری رہتا ہے۔میری نظر میں گزشتہ صدی میں فکشن کے چار پانچ بڑے ناموں میں پریم چند،منٹو، بیدی،قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین ضرور شامل ہوں گے۔ شاعری میں فراقؔ گورکھپوری، ن م۔ راشدؔ، میراجی، اختر الایمان اور ناصرؔ کاظمی۔اسی طرح تنقید میں احتشام حسین،آل احمد سرور،کلیم الدین احمد،محمد حسن عسکری اور ڈاکٹر سیّد عبداللہ۔باقی بڑے نام میرے معاصرین ہیں۔

گلزار جاوید : کیا آپ بھی اُردو زبان کو مسلمانوں سے منسوب کرتے ہیں؟

گوپی چند نارنگ : زبان کا مذہب نہیں ہوتا، زبان کا سماج ہوتا ہے۔ جو لوگ زبانوں کو ایک مذہب تک محدود کرتے ہیں، وہ زبان کے ساتھ بے انصافی کرتے ہیں۔ زبان ایک جمہوری سماجی عمل ہے۔ جو جس زبان کو بولتا ہے، زبان اس کی ہوجاتی ہے۔ اُردو کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے۔ اُردو کو کئی صدیوں تک ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل جل کر سجایا سنوارا ہے۔ اگر کوئی اُردو زبان کو مسلمانوں تک محدود کرنا چاہے تو یہ اس کی آزادی ہے لیکن یہ کوتاہ اندیشی بھی ہے جس سے زبان کا نقصان ہوتا ہے۔ آسمان، خوشبو اور ہوا کی طرح زبان بھی سب کے

لیے ہوتی ہے۔

گلزار جاوید : عالمی ادب پر گہری نظر کی روشنی میں یہ فرمائیے کہ کس زبان کے ادب نے آپ کو زیادہ متاثر کیا یا آپ کے خیال میں کس خطے کا ادب زیادہ تہذیب یافتہ اور بامعنی ہے؟

گوپی چند نارنگ : باوجود اس کے کہ میں نے بہت سی زبانوں کے بہت سے شاہکار پڑھے ہیں لیکن جو جمالیاتی حظ و لطف اپنے ادب میں ملتا ہے، وہ کسی دوسرے ادب سے حاصل نہیں ہوتا۔ میری جڑوں میں پاکستانی بولیوں کے اثرات ہیں تو لامحالہ میرے تحت الشعور میں بابا فرید، بلھے شاہ، شاہ حسین، وارث شاہ اور اس نوع کی لوک روایتیں ہیں۔ اپنی زبان میں مَیں سب سے زیادہ جمالیاتی حظ میرؔ اور غالبؔ سے پاتا ہوں۔

گلزار جاوید : پروفیسر صاحب ! اُردو کے اُدبا و شعرا کاغذ پر بڑے نظر آنے کے باوجود عملی زندگی میں اس سے مختلف کیوں ہوتے ہیں؟ نیز دیگر زبانوں کے قلم کاروں کی کیفیت کیا ہے؟

گوپی چند نارنگ : شاعر کی عملی زندگی ضروری نہیں سو فی صد وہی ہو جو اس کی تخلیقی زندگی ہے۔ شیکسپیئر ایک عام آدمی کی طرح زندگی جیتا تھا۔ غالبؔ جوا کھیلنے کے عمل میں دو مرتبہ ماخوذ ہوئے یا آئے دن وہ لوگوں سے ادھار مانگتے تھے لیکن ان کی شاعری میں ایک جہانِ معنی آباد نظر آتا ہے یا شیکسپیئر کے ڈراموں میں جو پوری کی پوری تہذیبوں کے کردار ہیں یا میرؔ کے یہاں ایک پوری تاریخ، ایک پورے یُگ کا المیہ ہے! عملی زندگی ایک دن ختم ہو جاتی ہے، شعر زندہ رہتا ہے۔ زماں اور مکاں دونوں پر فتح حاصل کرتا ہے۔ زندگی ہار کے مٹ جاتی ہے، لفظ کا جادو بولتا ہے۔ غالبؔ، شیکسپیئر یا میرؔ کی عملی زندگی کب کی ختم ہو چکی لیکن وہ اپنی شاعری میں آج بھی زندہ ہیں۔ یہ زندگی حقیقی زندگی سے کہیں زیادہ بڑی اور کہیں زیادہ حقیقی ہے۔

گلزار جاوید : آپ کے بعد آپ کے گھر پریوار میں اُردو کا مستقبل کیا ہے؟

گوپی چند نارنگ : مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میری بیوی اور دونوں لڑکے اَرون اور ترون اُردو پڑھ سکتے ہیں۔ اب ایک کینیڈا میں ہے، دوسرا نیویارک میں۔ ان کی اولاد در اولاد کی زبانیں مستقبل میں کیا ہوں گی، میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اتنا یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اُردو ایسی زبان ہے کہ اس کے دیوانے کہیں نہ کہیں پیدا ہوتے رہیں گے۔

معانی و اشارات

ڈومیسائل	شہری	فی البدیہہ	برجستہ
مضمر	چھپا ہوا	انقلاب آفرینی	فکر و خیال یا سماج میں تبدیلی لانا
بلاخوفِ تردید	رد کیے جانے کے خوف کے بغیر	جدلیاتی	بار بار تبدیل ہونے والا
مغائرت	غیر ہونے کا احساس	تحت الشعور	ایک ذہنی کیفیت

مشقی سرگرمیاں

* **ذیل کی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔**

۱۔ گوپی چند نارنگ کی پیدائش، خاندانی پس منظر اور تعلیم کا شجری خاکہ بنائیے۔

۲۔ تقسیمِ ہند کے بعد نارنگ نے اُردو سے جس طرح اپنا تعلق بنائے رکھا، اسے بیان کیجیے۔

۳۔ ملک کی تقسیم کے بعد اُردو کی حالت پر نارنگ کے خیالات قلم بند کیجیے۔

۴۔ نارنگ کی تربیت میں زبان کی اہمیت واضح کیجیے۔

۵۔ ''اُردو ہندوستان کی زبانوں کا تاج محل ہے۔'' اس بات کی استحسانی وضاحت کیجیے۔

۶۔ نارنگ کے والد کی اُردو دوستی پر روشنی ڈالیے۔

۷۔ اپنے تقریر کرنے کے ہنر سے متعلق نارنگ نے دو وجوہات بیان کی ہیں۔ ان پر روشنی ڈالیے۔

۸۔ نارنگ کے مطابق اچھے تنقید نگار کی خوبیاں بیان کیجیے۔

۹۔ ''اُردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں۔'' اس بات کی حمایت میں نارنگ کے خیالات لکھ کر اپنی ذاتی رائے بھی لکھیے۔

۱۰۔ ''زبان کا مذہب نہیں ہوتا، زبان کا سماج ہوتا ہے۔'' نارنگ کے اس خیال پر روشنی ڈالیے۔

۱۱۔ نارنگ شاعر کی عملی زندگی میں قول وفعل کے تضاد کو اہمیت نہیں دیتے۔ اس تعلق سے ان کے خیالات کی وضاحت کیجیے۔

سرگرمی / منصوبہ

گوپی چند نارنگ کے حوالے سے فکشن، شاعری اور تنقید کے پانچ اہم ادیبوں کی تصانیف کی فہرست بنائیے۔

اضافی معلومات

بلوچی: پاکستان کے صوبے بلوچستان کی اپنی منفرد تہذیبی شناخت ہے۔ بلوچستان میں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں کچھ اہم زبانیں بلوچی، براہوئی اور پشتو ہیں۔ بلوچی وہاں کی قدیم زبان ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ بلوچی بھی بلوچ قوم کی مادری زبان ہے۔ یہ زبان ہند-یورپی زبانوں کے خاندان کی ایک شاخ ہے۔ بلوچی زبان پاکستانی صوبے بلوچستان، ایرانی بلوچستان، سیستان، کردستان اور خلیج فارس کی ریاستوں میں بولی جاتی ہے۔ بلوچستان میں بلوچی کے دو لہجے ہیں جن میں ایک مغربی یا مکرانی بلوچی ہے۔ یہ براہِ راست پہلوی اور سیتھی زبانوں کے امتزاج سے وجود میں آئی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خالص عربی حروف نہیں ہیں جو پہلوی کی خصوصیت ہے۔ بلوچی کا دوسرا لہجہ مشرقی ہے جو خالص بلوچی ہے جس میں پنجابی، سندھی اور پشتو کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

پشتو: یہ زبان ہند-آریائی شاخ سے تعلق رکھتی ہے اور ہند-آریائی کی چھوٹی شاخ ایران سے ماخوذ ہے۔ اس میں دراوڑی گروہ کی بعض صوتی خصوصیات شامل ہیں۔ پشتو ائی اصوات آریائی اصوات کا حصہ نہیں رہے ہیں، وہ لازمی دراوڑی زبان سے ماخوذ ہیں۔ چین، ترکستان، یونان، ایران اور عرب ممالک سے آئے قبائل نے پشتو زبان کی تشکیل میں حصہ لیا ہے۔ یہ زبان زمانۂ قدیم سے دوسری زبانوں جیسے فارسی اور سنسکرت سے الفاظ لیتی رہی ہے۔ اس میں قدیم یونانی، عربی اور ترکی زبان کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ فارسی ادب میں افغانی جبکہ اُردو اور ہندی ادب میں پٹھانی کے نام سے جانی جاتی ہے۔

نثری قواعد

جملے کی تحویل/تقلیب

ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے:

- شام کے گلابی سنہرے رنگ افق پر پھیل گئے تھے۔
- شام ہوگئی تھی۔
- وہ شام کتنی خوب صورت تھی!

ان تین جملوں میں دراصل ایک ہی بات کہی گئی ہے۔ پہلے جملے میں شام ہونے کے واقعے کو اس کے رنگوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جس جملے میں ایسا پر تکلف اظہار کیا جائے، اسے **انشائیہ جملہ** کہتے ہیں۔

دوسرا جملہ شام ہونے کی خبر دے رہا ہے، اسے **خبریہ جملہ** کہتے ہیں اور تیسرے جملے میں شام کی خوب صورتی پر اپنے تاثر کا اظہار کیا گیا ہے۔ ایسے جملے کو **فجائیہ جملہ** کہتے ہیں۔ یہاں بات یا واقعہ ایک ہے (شام ہونا) مگر اسے تین طرح سے کہا گیا ہے اور تینوں جملوں کے معنی 'ایک جیسے' سمجھ میں آرہے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ ہم ایک ہی خیال کو معنی بدلے بغیر مختلف طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔

اب ان جملوں کو پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے۔

۱) ابھی کچھ رات باقی تھی۔

۲) ابھی دن نہیں نکلا تھا۔

۳) میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔

۴) مجھے آپ کی کسی بات سے انکار نہیں ہے۔

پہلے اور تیسرے جملے سے مثبت خیال ظاہر ہو رہا ہے۔ ایسے جملوں کو **مثبت جملے** کہتے ہیں۔ دوسرے اور چوتھے جملے میں لفظ 'نہیں' آیا ہے جس کی وجہ سے یہ جملے **منفی جملے** کہلاتے ہیں۔ لیکن انھیں پڑھنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ پہلے اور دوسرے دونوں جملوں میں بات ایک ہی کہی گئی ہے۔

مختلف لفظوں میں ادا کیے گئے دو یا زیادہ جملے جب معنی اور مفہوم میں ایک ہوں تو ان کی تبدیلی کو **تحویل** یا **تقلیب** کہتے ہیں۔ اس اُصول کے تحت کسی بھی جملے کو معنی بدلے بغیر دوسرے جملے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ یہ عمل **جملے کی تحویل** یا **جملے کی تقلیب** کہلاتا ہے۔

مشقی سرگرمیاں

* **ہدایات کے مطابق ذیل کے جملوں کی تحویل اس طرح کیجیے کہ ان کے مفہوم میں فرق نہ آئے۔**

۱۔ پھول سے تلوے اس کے، ببول کے کانٹوں سے چھد گئے۔ (استفہامیہ جملے میں تحویل کیجیے)

۲۔ یہی ایک مصرعہ بجائے خود ایک مرثیے کے برابر تھا۔ (فجائیہ جملے میں تحویل کیجیے)

۳۔ ڈیڑھ برس تک پانی پت سے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ (مثبت جملے میں تحویل کیجیے)

۴۔ میں کسی کو فکر شعر کی صلاح نہیں دیا کرتا۔ (مثبت جملے میں تحویل کیجیے)

۵۔ یہ عمارتیں باغوں سے بھی زیادہ مسرت انگیز ہیں۔ (منفی جملے میں تحویل کیجیے)

۶۔ ان کی نثری تصانیف کم اہمیت کی حامل نہیں۔ (مثبت جملے میں تحویل کیجیے)

استفہامیہ اقراری اور استفہامیہ انکاری جملے

ذیل کے سوالات پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے:

- کیا ہمیں بزرگوں کی خدمت نہیں کرنی چاہیے؟
- کیا برا وقت گزر نہیں جاتا؟
- 'جیسی کرنی ویسی بھرنی' کیا یہ بات تم نہیں جانتے؟

اوپر کے تینوں سوالات منفی سوالات ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ ان کے جواب ہمیشہ مثبت ہوتے ہیں۔ ایسے سوالیہ جملوں کو **استفہامیہ اقراری** کہا جاتا ہے یعنی وہ سوال جس کا جواب اقرار/ اثبات میں ہو۔ پہلے سوال کا جواب ہوگا: خدمت کرنی چاہیے، دوسرے کا جواب ہوگا؛ گزر جاتا ہے۔ تیسرے کا جواب ہوگا: جانتا ہوں۔

اب اِن سوالوں کو پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے:

- کیا محتاجوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے؟
- کیا دن رات ہمیشہ برابر ہوتے ہیں؟
- تم سمجھتے ہو کہ میں مجبور ہوں؟

تینوں سوالات مثبت ہیں مگر ان کے جوابات ہمیشہ منفی ہوتے ہیں۔ ایسے سوالیہ جملوں کو **استفہامیہ انکاری** کہا جاتا ہے یعنی وہ سوال جس کا جواب منفی/ انکاری ہو۔ پہلے سوال کا جواب: ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے سوال کا جواب: برابر نہیں ہوتے اور تیسرے سوال کا جواب: میں مجبور نہیں ہوں۔

مشقی سرگرمیاں

٭ ذیل کے جملوں کے استفہام کو اقرار یا انکار میں تبدیل کیجیے۔

ا۔ اگر تمھارے دل میں طلب صادق نہ ہوتی تو میں کیا کرسکتی تھی؟

۲۔ پھر نا اُمیدی اور حسرت نصیبی کا کیا سبب؟

۳۔ ہائے، مجھ سے زندہ کیوں کر رہا جائے گا؟

۴۔ کیا یہی فردوسِ بریں نہیں ہے؟

اضافی معلومات

سرائیکی: ملتان کی قدیم بولی 'آسوکی' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ زمانے کے تغیرات کے ساتھ آسوکی میں بھی تبدیلی ہوتی گئی جو آسرکی اور سراواکی کے بعد سرائیکی ہوئی اور اسی نام سے مروّج ہوئی۔ سرائیکی ادب بھی دیگر ادبی سرمایہ میں قابلِ قدر اضافہ کرتا ہے۔ اس ادب میں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کی شاعری موجود ہے۔ سچل سرمست، بیدل سندھی، لطف علی، خواجہ غلام فرید، غلام رسول ڈڈا، ممتاز حیدر ڈاہر، شاکر مہروی وغیرہ سرائیکی زبان کے معروف محقق، لغت نگار اور دانشور ہیں۔

جملوں کا نحوی تجزیہ

مفرد جملہ:

رات بھر	خوب بارش ہوئی
مبتدا	خبر

مرکب جملہ:

میں اس سے ملنے گیا	مگر	وہ گھر پر نہیں تھا۔
مفرد جملہ (۱)	حرفِ عطف	مفرد جملہ (۲)
میں (مبتدا) اس سے ملنے گیا (خبر)		وہ (مبتدا) گھر پر نہیں تھا (خبر)

مخلوط جملہ:

وہ لڑکا	جو	پیڑ کے نیچے کھڑا ہے تابع فقرہ	میرا ہم جماعت ہے۔ اصل فقرہ
مبتدا	ضمیر موصولہ	خبر (۱)	خبر (۲)

آپ ابتدائی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ عام طور پر جملے کے دو حصے ہوتے ہیں (۱) مبتدا (۲) خبر۔ دو مفرد جملوں کو اگر حروفِ عطف سے جوڑا گیا ہے تو ایسے جملے **مرکب جملے** کہلاتے ہیں۔ اسی طرح اگر جملے میں ضمیر موصولہ (جو/ جس/ جن) ہو اور اس سے پہلے یا بعد جملے کا حصہ معنی میں ادھورا ہو تو ایسے جملے **مخلوط جملے** کہلاتے ہیں۔

اوپر کی مثالوں کو غور سے دیکھیں اور پڑھیں تو مفرد، مرکب اور مخلوط جملوں کی ساخت (بناوٹ) سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ہر قسم کے جملے کی ساخت کو **نحوی ساخت** کہتے ہیں۔ نحوی ساخت کے اجزا کو الگ کرنے کا عمل **نحوی تجزیہ** کہلاتا ہے۔ (جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں جملوں کا تجزیہ کیا گیا ہے)

مشقی سرگرمیاں

✱ **جملوں کی قسمیں لکھ کر ان کا نحوی تجزیہ کیجیے۔**

۱۔ اب اندر آرام سے بیٹھ کر دیکھو کہ خداوند جل وعلا نے تمھارے لیے کیسی کیسی لذتیں فراہم کی ہیں۔

۲۔ زمرد یہاں کی تمام عجوبہ چیزیں اسے دِکھاتی پھرتی تھی۔

۳۔ دونوں ایک ایسی وادی میں پہنچے جو ہر طرف سے پہاڑیوں میں گھری ہوئی تھی۔

طور

ذیل کے جملے پڑھیے۔

- میں یہ کتاب پڑھ چکا ہوں۔
- اس نے میری بات کاٹ دی۔
- ہمارے فوجیوں نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے۔

ان جملوں سے ظاہر ہے کہ ان کے فعل کا اثر کسی نہ کسی مفعول پر ضرور پڑ رہا ہے۔ پہلے جملے میں 'میں' فاعل ہے، 'کتاب' مفعول ہے اور 'پڑھ چکا ہوں' فعل ہے یعنی میں (فاعل) کے پڑھنے (فعل) کا اثر کتاب (مفعول) پر پڑتا ہے۔ دوسرے جملے میں اس نے (دراصل وہ) فاعل ہے، 'میری بات' مفعول اور 'کاٹ دی' فعل ہے۔ اس (فاعل) کے کاٹنے (فعل) کا اثر میری بات (مفعول) پر پڑتا ہے۔ اسی طرح تیسرے جملے میں

’ہمارے فوجی‘ (فاعل)، ’دشمن‘ (مفعول) اور ’چھکے چھڑا دیے‘ (فعل) ہے۔ یہاں فوجیوں (فاعل) کے چھکے چھڑانے (فعل) کا اثر دشمنوں (مفعول) پر پڑتا ہے۔

اس تجزیے سے واضح ہے کہ کسی جملے میں فاعل کے فعل کا اثر مفعول پر پڑتا ہے۔ جملے میں ایسے عمل کے طور کو **طورِ معروف** کہتے ہیں یعنی جس کا فاعل معروف (جانا پہچانا) ہے۔

اب ذیل کے جملے پڑھ کر ان کے فاعل، مفعول اور فعل پر غور کیجیے۔

۱۔ رسّی کاٹ دی گئی۔

۲۔ پھول گلدانوں میں سجائے گئے۔

۳۔ وقت رہتے ٹکٹ بھی خرید لیے گئے۔

پہلے جملے میں ’رسّی‘ مفعول اور ’کاٹ دی گئی‘ فعل ہے۔ دوسرے جملے میں ’پھول‘ مفعول اور ’سجا دیے گئے‘ فعل ہے اور تیسرے جملے میں ’ٹکٹ‘ مفعول اور ’خرید لیے‘ فعل ہے۔

تینوں جملوں میں فاعل کون ہے، معلوم نہیں لیکن جملوں کا مفہوم بتاتا ہے کہ ہر جملے میں کوئی نہ کوئی فاعل ضرور ہے جس کا ذکر جملے میں نہیں کیا گیا ہے یعنی رسّی کاٹنے والا، پھول سجانے والا اور ٹکٹ خریدنے والا۔ جملے میں ایسے عمل کے طور کو **طورِ مجہول** کہتے ہیں یعنی جس کا فاعل مجہول (نامعلوم) ہے۔

جملے کے طور کی ایک تیسری قسم بھی ہے۔ یہ جملے پڑھیے۔

۱۔ ہوا چلی۔

۲۔ دن نکلا۔

۳۔ گھوڑے دوڑ پڑے۔

پہلے جملے میں ’ہوا‘ فاعل اور ’چلی‘ فعل ہے۔ دوسرے جملے میں ’دن‘ فاعل اور ’نکلا‘ فعل ہے۔ تیسرے جملے میں ’گھوڑے‘ فاعل اور ’دوڑ پڑے‘ فعل ہے۔ ان سب جملوں میں مفعول نہیں پایا جاتا۔ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ فاعل کے فعل کا اثر خود فاعل پر پڑ رہا ہے۔ جملے میں ایسے عمل کے طور کو **طورِ معدولہ** کہتے ہیں یعنی جس کا مفعول غیر موجود ہے۔

مشقی سرگرمیاں

٭ ذیل کے جملوں کے طور تبدیل کیجیے اور ان کے نام لکھیے۔

۱۔ مجھے اس عظیم عہدے کا مستحق سمجھا گیا ہے۔

۲۔ ایک خالی ٹیکسی بھی اسے دیکھ کر رُکی۔

۳۔ جلسے میں رہنمائے قوم دھواں دھار تقریریں کر رہے تھے۔

لفظ سازی

ہماری زبان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ دیگر زبانوں کے الفاظ کو بڑی آسانی سے قبول کرلیتی ہے۔ اُردو میں عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے بہت سے الفاظ رواج پا گئے ہیں۔لفظوں کے استعمال کی ضرورت کے پیشِ نظر مذکورہ زبانوں کے الفاظ اُردو میں ایک دوسرے سے جوڑ کر بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کی لفظ سازی سے زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں خوب اضافہ ہوا ہے جس کی چند مثالیں ذیل میں دی جارہی ہیں۔

ہندی + ہندی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے :

آپ بیتی، آگ بگولا، ٹڈی دَل، باگ ڈور، بن مانس، جل ترنگ، جنم دن، چاند گہن، چڑیا گھر، دیا سلائی، بیل گاڑی وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات ہندی کے دو اسموں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

فارسی + فارسی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

زبان دراز، پاک دامن، آتش فشاں، زبردست، دل آزار، نیک بخت، شکر پارہ، سینہ زور، بیش بہا وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات فارسی کے دو لفظوں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

عربی + عربی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

بقرعید، جامع مسجد، حاضر جواب، عالی شان، صدر مقام، صاحب کمال، خیر مقدم، تکیہ کلام، وعدہ خلاف وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات عربی کے دو لفظوں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

ہندی + فارسی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

نیک چلن، گلاب جامن، گھوڑے سوار، تار گھر، چور دروازہ، گھر داماد، منہ زور وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات ایک ہندی اور ایک فارسی لفظ کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

عربی + ہندی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

امام باڑہ، عجائب گھر، موتی محل، عیدملن وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات عربی اور ہندی لفظوں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

فارسی + عربی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

آتش مزاج، حرام مغز، سفرخرچ، دستخط، شیش محل، گاؤ تکیہ، نازک خیال، عالی خاندان، تیز مزاج وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات فارسی اور عربی لفظوں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

انگریزی + ہندی : ان لفظوں کو پڑھ کر ان کی بناوٹ پر غور کیجیے۔

ریل گاڑی، جیل خانہ، ٹکٹ گھر، نمبردار، فلم اداکار، کورٹ کچہری، نوٹ بندی وغیرہ۔

یہ لفظی مرکبات انگریزی اور ہندی لفظوں کو ملا کر بنائے گئے ہیں۔

ذیل کے لفظوں کو پڑھ کر ان پر غور کیجیے :

میٹھا سے مٹھائی | کالا سے کالک | موٹا سے موٹاپن/ مُٹاپا | چار سے چوتھائی | زندہ سے زندگی

ان مثالوں میں پہلے خانے کے الفاظ صفت ہیں۔ دوسرے خانے میں انھی صفات میں کچھ تبدیلی سے جو لفظ بنے ہیں، وہ اسم ہو گئے ہیں یعنی 'میٹھا' صفت ہے اور اس سے بننے والا لفظ 'مٹھائی' اسم ہے۔

اب ان مثالوں کو دیکھیے۔

آنا سے آہٹ | سینا سے سلائی | سجانا سے سجاوٹ | کھیلنا سے کھیل | پھسلنا سے پھسلن | آزمانا سے آزمائش

ان خانوں میں پہلے خانے کے الفاظ فعل کے مصدر ہیں۔ دوسرے خانے میں انھی مصدروں میں کچھ تبدیلی سے جو لفظ بنے ہیں، وہ اسم ہو گئے ہیں یعنی 'آنا' فعل ہے اور اس سے بننے والا لفظ 'آہٹ' اسم ہے۔

مشقی سرگرمیاں

* ذیل کے لفظی مرکبات کو جدول کے مطابق تقسیم کیجیے۔

خوش پوش ، تیز دھار ، تراش خراش ، تیز قدم ، چال ڈھال ، تفریح گاہ ، ڈاک ٹکٹ ، مٹر گشت ، ادھ کھلا پھول ، خوشبودار تیل ، بیش قیمت ، گرم جوشی ، نوعمر ، کتب خانہ ، لغت نویسی ، بس اڈّا ، کفن چور

عربی + ہندی	فارسی + فارسی	فارسی + ہندی	عربی + فارسی	عربی + عربی	ہندی + ہندی	انگریزی + ہندی

* ذیل کی صفات سے اسم بنائیے۔

صفات	اسم
کمزور	
دبلا	
سفید	
گندہ	
محنتی	

* ذیل کے افعال سے اسم بنائیے۔

افعال	اسم
بخشنا	
جلنا	
اُکتانا	
لگنا / لگانا	
اُترنا	